(برصغیر کے ماثور تفسیری ادب کے تناظر میں)

مکالمہ بین المذاہب کے اصول

PRINCIPLES OF INTERFAITH DIALOGUE

(In the Context of TAFSEER-MASOOR Literature of the Subcontinent)

Muhammad Ansar Javed
Prof. Dr. Hafiz Mahmood Akhtar

ABSTRACT

Dialogue is a type of discussion which involves the speaker and the listener. In such a discussion, realities and truth are directly and clearly revealed. In this article, the importance of the dialogue among religions has been highlighted. This article attempts to solve the issue of the dialogue among religions by bringing in the following ponts found in the sub-continental literature of Tafsir-e-Mathur; respect, respect for humanity and religious dignitaries; preservation of the places of worship; avoidance of comparision between religious leader; respect for sacred books, fulfillment of accords; justice and equality; mutual cooperation; religious tolerance; non-aggression, and so forth.

Key Words: *Dialogue, principles, religions, tafsir, Mathur.*

خلاصہ

مکالمہ، گفتگو کا ایسا سلیقہ ہے جس میں متکلم اور مخاطب کے درمیان براہِ راست گفتگو ہوتی ہے۔ حقائق سے پردہ اٹھتا ہے اور سچائی نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اس مقالہ میں بین المذاہب مکالمہ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کے بنیادی اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔ احترامِ انسانیت، مذہبی شخصیات کا احترام، عبادت گاہوں کا تحفظ، مذہبی راہنمایاں میں تقابل سے اجتناب کرنا، کتبِ مقدسہ کا احترام، معاہدات کی پاسداری، عدل و انصاف، مساواتِ انسانی، دعوتِ حق، باہمی تعاون، مذہبی رواداری، عدمِ تشدد، دعوتی اسلوب وغیرہ کو برصغیر کے ماثور تفسیری ادب کی روشنی میں مکالمہ بین المذاہب کے بنیادی اصول کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: مکالمہ، اصول، مذاہب، تفسیر، ماثور۔

تفسیر بالماثور کا اصطلاحی مفہوم

ا۔ تفسیر کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ قرآنی آیات کی تفسیر خود قرآنی آیات سے کی جائے، جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ اپنی تحریر میں فرماتے ہیں کہ تفسیر کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے، کیونکہ قرآن میں اگر ایک جگہ اجمال سے کام لیا گیا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل کر دی گئی ہے اور اگر کہیں ابہام ہے تو دوسری جگہ اس کی تشریح و توضیح مل جاتی ہے۔[1]

۲۔ اگر کسی آیت کی تفسیر قرآن میں نہ مل سکے تو تفسیر کا سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اس کو رسول اللہ کی سنت میں تلاش کیا جائے، جیسا کہ ابن تیمیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کہ اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو ہر سنت کی طرف رجوع کرو، کیونکہ وہ قرآن کی شرح اور اس کی وضاحت کرتی ہے، بلکہ امام شافعی یہاں تک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا دیا ہوا ہر حکم قرآنی حکم ہی کے زمرہ میں شامل ہے۔[2]

۳۔ تفسیر القرآن باقوال الصحابہ والتابعین امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "جب تفسیر نہ قرآن میں ملے اور نہ سنت میں تو پھر ہمیں اقوالِ صحابہ کی طرف رجوع کرنا ہے، کیونکہ وہی قرآن کی زندہ تفسیر رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے عینی شاہد تھے اور ان احوال و ظروف اور اسباب سے بخوبی واقف تھے، جس میں قرآن کا نزول ہوا ہے۔"[3]

مکالمہ کا لفظی معنی

كَالَم يكالم مُكَالَمَة، گفتگو کرنا۔ مَكَالَمَ الرَّجُلَانِ، جدائی کے بعد گفتگوں کرنا، کہا جاتا ہے: "کانا مُتَصَارِمَيْنِ فَأَصْبَحَا يَتَكَالَمَانِ " دونوں ایک دوسرے کو چھوڑے ہوئے تھے، پھر گفتگو کرنے لگے، اس موقعہ پر "يَتَكَالَمَانِ" ہی کہا جائے گا۔ "يَتَكَلَمَانِ" نہیں۔[4] اصطلاح میں مکالمہ گفتگو کا ایسا سلیقہ و طریقہ ہے جس میں متکلم اور سامع و مخاطب کے درمیان براہِ راست گفتگو ہوتی ہے اور حقائق سے پوری طرح پردہ اٹھتا ہے اور سچائی پوری طرح نکھر کر سامنے آتی ہے، اب یا تو مخاطب مد مقابل کے موقف کو قبول کر لیتا ہے یا پھر دلائل کی بنیاد پر رد کر دیتا ہے۔ یہ مکالمہ افراد کے مابین ہو سکتا ہے اور مختلف مذاہب و مسالک کے درمیان بھی۔

برصغیر کا ماثور تفسیری ادب اور مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت واہمیت

برصغیر کا خطہ ہر اعتبار سے زرخیز علاقہ ہے۔ اسی طرح مذہبی اعتبار سے بھی یہ زرخیز علاقہ ہے جس میں مذاہب عالم کے بڑے بڑے مذاہب نے اپنے اپنے مراکز قائم کیے۔ مثلاً اسلام، ہندومت، سکھ مت، عیسائی وغیرہ وغیرہ۔ برصغیر چونکہ ایک مذہبی رنگ سے مزین علاقہ ہے، لہٰذا برصغیر کے باشندوں کو مکالمے کے ذریعے قریب لانے کا

اور ایک دوسرے کے موقف کو دلائل سے سننے کا موقع ملتا ہے۔ بر صغیر کا ماثور تفسیری ادب بیسویں صدی سے قبل بھی تھا، لیکن خصوصاً خانوادہ شاہ ولی اللہ نے اردو ماثور تفسیری ادب میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ تفسیر موضح القرآن از شاہ عبدالقادر، حمائل التفسیر از ڈاکٹر عبدالحکیم، ترجمان القرآن از نواب صدیق حسن خان، تفسیر حقانی از مولانا عبدالحق حقانی، تفسیر مواہب الرحمٰن از سید امیر علی ملیح آبادی، بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ ہم نے ماثور تفسیری ادب کے ذریعہ مکالمہ بین المذاہب کے اصول و ضوابط متعین کیے ہیں اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

عربی زبان میں مکالمے کے لیے "حوار" کا لفظ منقول ہے، یعنی گفتگو اور جوابِ گفتگو، جیسا کہ قرآنِ کریم میں مذکور ہے: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ (58:1) ترجمہ: "بے شک اللہ نے اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملے میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے، اللہ دونوں کی گفتگو سن رہا ہے، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔" قرآن کریم میں آیا ہے: قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗ (18:37) ترجمہ: "ایک دن جبکہ وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا۔"

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ گلوبلائزیشن (Globelizetion) کے اس دور میں بین المذاہب مکالمہ (Dialogue Inter- Feith) کی ضرورت و اہمیت پہلے کی نسبت کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔ باہمی مکالمہ ہی وہ واحد آپشن ہے جس سے کسی بھی مذہب کا داعی مخاطب کو اپنی دعوت کی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ مکالمہ بین المذاہب دعوت کا ایسا اسلوب ہے جس کے ذریعے مخاطب کو زیادہ گہرائی اور سنجیدگی کے ساتھ سوچنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اس موضوع نے مختلف انداز اختیار کیے ہیں، لیکن جدید دور میں اسے جس قدر شہرت ملی ہے اور جس اہتمام کے ساتھ اس سلسلے میں کام ہو رہا ہے۔ شاید قدیم دور میں اس قدر منظّم انداز سے بین الاقوامی سطح پر کام نہ ہوا ہو۔ مشرق و مغرب میں لا تعداد تنظیمیں اس سلسلے میں سرگرم عمل ہیں اور عالمِ اسلام میں بھی ایک امن پسند اور وسیع القلبی کی کافی سرگرمی اور جدو جہد دیکھی جا رہی ہے۔ رسائل و جرائد کے علاوہ مستقل کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔

کبھی کبھی مختلف افراد کے افکار کے مابین پائے جانے والے اختلافات و تضادات ابھر کر سامنے آجاتے ہیں تو ایسی صورت میں انسان کی ذات میں موجود فکری انتشار ختم کرنے اور انسانی گروہوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے مکالمہ اپنا مؤثر کردار ادا کرتا ہے، یہی نہیں بلکہ مکالمہ ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے کی بات جاننے میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ اور جہاں تک ہر احسن انداز سے زندگی گزارنے کی بات کی ہے تو قرآن تو واضح طور پر اعلان کرتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (8:61) ترجمہ: "اگر

دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہو تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔" اور اسی طرح مشترکات پر عمل کرکے امن کی فضا کو پیدا کیا جا سکتا ہے۔ مذہبی رواداروں کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ دعوتِ اسلام کو عالمگیر دعوت بنایا جا سکتا ہے۔ عصرِ حاضر میں مذاہب عالم میں عملی طور پر صرف عیسائیت روم میں اور تبلیغی مذاہب میں دیگر تمام مذاہب کا دائرہ کار کسی خاص علاقے یا نسل تک محدود ہے جس کے ساتھ عیسایت کی عالمگیر دعوت اور اشاعت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے منافی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے، اور میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔[5]

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب بارہ نقیب مقرر فرمائے اور ان کو مختلف علاقوں کی طرف دعوت و تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا تو بطور خاص ان کو تلقین فرمائی:...... قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے حکمران کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔[6] جبکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے تو اس کی دعوت کو عالمگیر بنانے کے لیے مکالمہ بین المذاہب کا ہونا نہایت ضروری ہے اور اس کے علاوہ اسلام کے متعلق مغرب کے تحفظات کو مکالمہ بین المذاہب کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے اور دیگر مذاہب کے بے شمار خدشات کو بھی نمٹایا جا سکتا ہے اور مزید اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ممکن ہو سکتا ہے اور مسلمانوں پر جھوٹے پراپیگنڈہ اور دہشت گردی جیسے الزامات کو مکالمہ بین المذاہب کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تمام انبیاء کی تعلیمات آج اپنی اصل زبانی و شکل میں موجود نہیں ہیں سوائے خاتم المرسلین کی تعلیمات اور خاص طور پر قرآنِ مجید کے جو ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود اپنی اصل شکل میں موجود و محفوظ ہے۔ شاہ ولی اللہ نے اپنی مشہور کتاب "الفوز الکبیر" میں قرآن مجید کے مضامین و مطالب کو پانچ علوم میں تقسیم کیا ہے: (۱) علم الاحکام (۲) علم التذکیر بالراء (۳) علم التذکیر بایام اللہ (۴) علم التذکیر بالموت ومابعد الموت (۵) علم مخاصمہ۔[7]

علم مخاصمہ وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کفار، مشرکین، منافقین، یہود اور نصاریٰ سے پر زور مکالمہ کیا۔ مکالمہ بین المذاہب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود خالق کائنات کی سنت ہے کہ اس نے اپنی کتاب کے آغاز کا ایک بہت بڑا حصہ دوسرے مذاہب کے ساتھ مکالمے میں صرف کیا ہے۔

تجزیہ

چنانچہ سورۃ بقرہ کے اکثر مضامین اسی موضوع سے تعلق رکھتے ہیں۔ اہلِ کتاب اور منافقین کے ساتھ مکالمہ سورۃ آل عمران سمیت مدنی سورتوں میں اکثر موجود ہے۔ جبکہ مکی سورتوں میں مشرکین اور کفار کے ساتھ مکالموں پر محیط ہیں۔ قرآنِ مجید کا مکالمہ بین المذاہب کا آغاز لفظ قل سے ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ

ان سے کہیے، مثلاً جب کفار مکہ نے نبی اکرم ﷺ کو پیشکش کی، ایک سال تم ہمارے معبودوں کی پوجا کرلو اور ایک سال ہم تمہارے خدا کی پوجا کرلیں گے تو سورۃ کافرون تمام کی تمام ہی دراصل مکالمہ ہی ہے، اس میں فرمادیا گیا ہے کہ قطعاً ایسا ممکن نہیں، میں تمہارے خداؤں کی پوجاہر گزنہ کروں گا اور تم میرے خدا کی پوجا کرنے والے نہیں، سو پس تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق جب اہلِ مکہ نے استفسار کیا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ اخلاص میں اپنا تعارف کرایا۔ اسی طرح توحید کے متعلق بہت سے خلجانات جو اہلِ مکہ کے ذہن میں تھے، ان کو مکالمہ بین المذاہب کے ذریعے قرآنِ کریم نے بیان کیا (اور فرمایا یہ نطفہ جو)

مکالمہ بین المذاہب کے مقاصد

ایک عرب سکالر کے بقول: ''فضيله اخلاقيه وحاجة طيبية و ضرورة إنسانية.''[8] ''جو ایک اخلاقی فضیلت، طبعی حاجت اور انسانی ضرورت ہے۔'' اس کے کچھ مقاصد ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ متوسط راہ عمل اپنانا جو طرفین کے لیے قابلِ عمل ہو۔

۲۔ طرفین/اطراف کے وجیہات نظر کا تعارف حاصل کرنا۔

۳۔ مختلف موجود حاصل شدہ (Eveilitle) آراء اور تصورات کا مکمل استیصاء اور استقرار، تاکہ اس سے افضل اور ممکن نتائج تک رسائی حاصل ہو جائے جو طرفین یا مشارکین کے ہاں مسلم ہوں اور مشکلات کے حل میں اساس کا کام دے سکیں اور محبت وانس کا ذریعہ بنیں۔

۴۔ مکالمہ کے اہداف و مقاصد میں سے ایک حق کا وضاحت اور اس پر براہان و دلیل قائم کرنا ہے، کہ اس سلسلے میں کوئی ابہام باقی نہ رہے اور یہ حکمِ الٰہی بھی ہے: "هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" (111:2)
ترجمہ: ''کہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔''

۵۔ حق کے اظہار اور قبول کرنے میں جو حائل شبہات ہیں ان کو علمی انداز سے زائل کرنا، جیسے اللہ تعالیٰ نے حکمت و دانائی سے تعمیر فرمایا ہے: ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت و دانائی اور موعظت و نصیحت کے ساتھ بلائے۔'' (125:27)

۶۔ فساد وافتراق اور بدامنی کے اصل اسباب کی تلاش۔

۷۔ امن وسلامتی کے حصول کے لئے۔

الغرض: مندرجہ بالا اہداف و مقاصد کے حصول کے لیے مکالمہ بین المذاہب...... ضروری ہے، جو تمام مذاہب کے پیروکاروں کی یکساں ضرورت ہے۔ اس گلوبل ویلج میں سیاسی، اقتصادی، فکری و اخلاقی اور مذہبی و سماجی ہر طرح

ظلم و تعدی اور عدمِ اطمینان کے علاج کے لیے مکالمہ بین المذاہب کو بطور ڈھال (Tool) استعمال کرنا چاہیے۔

مکالمہ بین المذاہب کے اہم اصول اور ماثور تفسیری ادب

مکالمہ بین المذاہب کے اصول درج ذیل ہیں:

مکالمہ بین المذاہب کے متفقات

قطع نظر اس کے ہر مذہب کے پیروکار اپنی روزہ مرہ زندگی میں کسی طرح اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ مذہب بالعموم، پیار، محبت، باہمی احترام، رواداری، عفو و درگزر، خداترسی، انسانی حقوق کی پاسداری، امن آشتی یا بھائی چارے، آرزوؤں جیسا اقدار کو اولیت دیتا ہے، ان میں اکثر اقدار کو حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے پیغام میں نمایاں یکسانیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بدھا، زرتشت، لاؤزو، کنفیوشش اور ہندوؤں مذہب کے پیغامات میں بھی ہے۔

مکالمہ بین المذاہب برائے امن

اگرچہ اسلام ایک امن پسند اور وسیع القلبی کا درس دینے والا دین ہے۔ دوسروں کے ساتھ امن و امان کے ساتھ رہنے کا داعی ہے۔ نبی آخر الزمان پیغمبر کے فرمان کے مطابق جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَہُ النَّاسَ"[9] یعنی: "مومن وہ ہے جس سے دوسرے لوگوں کو امن ملے۔"

معذرت خواہانہ رویہ سے اجتناب

اصول رواداری قرآنِ مجید اس سلسلے میں بڑا حساس ہے کہ دیگر مذاہب سے پر امن فضا قائم کرنے کی خاطر اسلام، مسلمانوں اور امت اسلامیہ کے وقار اور عظمت و عزت پر آنچ نہ آنے پائے دوسروں سے رواداری اور وسعتِ قلب کا رویہ اختیار کیا جائے، لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ مسلمان ایسا طرزِ عمل اختیار کر لیں جو اسلام یا مسلمانوں کی بے توقیری کا باعث بن جائے۔ اسلام کی عظمت اور وقار ملحوظ رکھتے ہوئے مکالمہ بین المذاہب کرنا چاہیے۔ معذرت خواہانہ رویے سے احتراز کرنا چاہیے اور اگر مسلمان اسلام کی معذرت خواہانہ تعبیر کرکے اس کی عظمت و وقار کو گرانے کا سبب بنیں گے تو مسلمان ایک ایسے جرم کے مرتکب ہوں گے جس پر وہ بڑی سخت دنیوی واخروی سزا کے حق دار ٹھہریں گے۔

گویا مکالمہ بین المذاہب ضرور کیا جائے لیکن دوسروں کی خوشی کی خاطر اپنے دین سے دُور از کار تاویلات نہ کی جائیں۔ یہ بات مشاہدے میں آرہی ہے کہ دوسرے مذاہب والوں سے دوستی پیدا کرنے کے لیے اسلام اور دیگر مذاہب کے ایسے مشترک پہلو اور مشترکہ انداز کھینچ تان کر تلاش کیے جارہے ہیں جو بالکل خود ساختہ ہیں، ان

تاویلات کے پس منظر میں دوسروں سے مرعوبیت کی مثال تو واضح طور پر محسوس ہو رہی ہے۔ قرآنِ مجید اس سلسلے میں بڑا احساس ہے کہ مکالمہ بین المذاہب کے عمل سے اللہ کے دین کی عظمت پر آنچ نہ آنے پائے، ان کے لیے یہ قطعاً روا نہیں کہ اپنی زندگی کو آسان اور محفوظ بنانے کے لیے اپنی عزتِ نفس کو ملحوظ رکھے بغیر ان لوگوں سے دوستی کرنے لگ جائیں اور مرعوبیت کا شکار ہو جائیں۔ جن کے بارے میں قرآن نے واضح طور پر کہا ہے کہ وہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے اور تم ان سے دوستی نہ کرو، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (5:51)

ترجمہ: "اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی شخص تم میں ان سے دوستی کرے، بلاشبہ وہ ان میں سے ہی ہے، بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

مذکورہ آیت کی تفسیر میں تفسیر انوار البیان میں تفسیر بالماثور کو اپناتے ہوئے مصنف نے یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے کی ممانعت کے عنوان کے تحت تفسیر معالم السنۃ، ج: 2، ص: 44، اور تفسیر ابن کثیر، ج: 2، ص: 68 حوالہ سے لکھا ہے کہ "حضرت عبادہ بن صامت جو انصار کے قبیلہ خزرج میں سے تھے، انھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہودیوں میں میرے بہت سے دوست ہیں جن کی تعداد کثیر ہے۔ میں ان کی دوستی سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں...... الخ۔"[10]

یعنی ان سے دوستی نہ لگاؤ، بلکہ اپنے موقف کو عزت و وقار کے ساتھ بیان کرو، ایسا کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مکالمہ بین المذاہب کے حوالہ سے اپنے موقف کو واضح طور پر اختیار رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، بلکہ قرآنِ مجید میں ان کو ایمان نہ لانے کی بنا پر جزیہ دے کر ذلیل ہو کر اپنے ساتھ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ان سے جہاد کرنے کا حکم ہے: قَاتِلُواْ الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَلاَ يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُواْ الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (9:29) مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مولانا عبدالحمید سواتی صاحب نے اپنی تفسیر معالم العرفان میں تفسیر بالماثور کے منہج کو اختیار کرتے ہوئے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے انہیں آپ نے ارشاد فرمایا: یا معاذ! اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ دعوت دین دینا اگر قبول کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان سے جزیہ وصول کرنا اگر جزیہ نہ دیں تو جنگ کرنا، جب تک وہ جزیہ دینا قبول نہ کر لیں۔ "وَهُمْ صَاغِرُونَ" اور جب تک وہ ذلیل اور محکوم نہ ہو جائیں............ الخ ملخص منہ۔[11]

تجزیہ

مذکورہ تفسیر میں اہلِ کتاب سے مکالمہ کرنے کا حکم ضرور دیا گیا ہے کا ذکر موجود ہے، لیکن اسلام کی عظمت اور

وقار کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور ان کو ایمان نہ لانے کی صورت میں ذلیل اور محکوم رکھنے کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا مکالمہ بین المذاہب ضرور کیا جائے، لیکن اسلام اور اہلِ ایمان کی عظمت کو برقرار رکھا جائے اور اسلام کے دلائل کو مضبوطی سے بیان کیا جائے اور ان سے مرعوب نہ ہوا جائے۔ ان کے شر اور ضرر سے بچنے کے لیے جن کی طرف اشارہ اس آیت میں کیا گیا ہے: "إِلاَّ أَن تَتَّقُواْ مِنْهُمْ تُقَاةً" (28:3) ترجمہ: ''مگر اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو۔''

اصولِ مدارت واکرام

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے سورۃ التوبۃ کے رکوع 9، سورۃ ممتحنہ کی آیت نمبر 8 کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مکالمہ بین المذاہب کا ایک اصول مدارت بھی ہے کہ جس کے معنی ہیں: ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، جبکہ اس سے مقصود ان کو دینی نفع پہنچانا ہو یا وہ اپنے مہمان ہوں یا ان کے شر اور ضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو، سورۃ آل عمران کی آیت مذکورہ میں "إِلاَّ أَن تَتَّقُواْ مِنْهُمْ تُقَاةً" سے یہی درجہ مدارت کا مراد ہے، یعنی کافروں سے موالات جائز نہیں، مگر ایسی حالت میں جب کہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرنا چاہو اور چونکہ مدارت میں بھی صورت موالات کی ہوتی ہے، اس لیے اس کو موالات سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔[12]

تفسیر ہذا سے مکالمہ بین المذاہب کا اصولِ مدارت حاصل ہوتا ہے تو اس کے تحت غیر مسلموں سے مکالمہ بین المذاہب ہونا چاہیے، تاکہ یہود و نصاریٰ اور غیر مسلموں سے نقصانات سے محفوظ رہا جاسکے، جیسا کہ عصر حاضر میں دہشت گردی کے الزامات میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے تو ان حالات میں مکالمہ بین المذاہب ضروری ہے۔ مذکورہ آیت کی تفسیر میں بھی اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ ان کے اسلام قبول کرنے کی امید پر، یعنی اگر وہ اپنی قوم کا سربراہ ہو اور مسلمانوں کے پاس مہمان کی حیثیت سے آیا ہو تو ان تمام صورتوں میں غیر مسلموں کے ساتھ مدارت یا اکرام کا معاملہ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لیے مدارت جائز نہیں ہے جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے: أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ (139:4) ترجمہ: '' کیا یہ لوگ ان کافروں کے پاس عزت کے خواہاں ہیں۔''

معارف القرآن کے مصنف نے تفسیر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا عملی نمونہ پیش کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جو رسول کریم ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہو کر اس دنیا میں تشریف لائے، آپ نے غیر مسلموں کے ساتھ جو احسان و ہمدردی اور خوش خلقی کے معاملات کیے ہیں، اس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہے، مکہ میں قحط پڑا تو جن

دشمنوں نے آپ کو اپنے وطن سے نکالا تھا، ان کی خود امداد فرمائی، پھر مکہ مکرمہ فتح ہو کر یہ سب دشمن آپ کے قبیلے میں آ گئے تو سب کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ "لَا تَثْرِيب عليكم اليوم" یعنی آج تمہیں صرف معافی نہیں دی جاتی، بلکہ تمہارے پچھلے مظالم اور تکالیف پر ہم کوئی ملامت بھی نہیں کرتے۔ غیر مسلم جنگی قیدی ہاتھ آئے تو ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جو اپنی اولاد کے ساتھ بھی ہر شخص نہیں کرتا، کفار نے آپ کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں، کبھی اپ کا ہاتھ انتقام کے لیے نہیں اٹھا، زبان مبارک سے بد دعا بھی نہیں فرمائی۔ بنو ثقیف جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، ان کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ان کو مسجد نبویؐ میں ٹھہرایا گیا جو مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ عزت کا مقام تھا۔[13]

ہمدردی... تالیف قلب

۳۔ اسلام۔ مؤاسات یا ہمدردی اور خیر خواہی کا نام ہے۔ یہ حربی یا برسرپیکار کافروں کے ساتھ جائز نہیں، لیکن اہلِ ذمہ اور ان کافروں کے ساتھ ہمدردی و غمخواری جائز ہے جو مسلمانوں کے درپے آزادانہ ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (8:60) ترجمہ: ''یعنی اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا ان سے جو لڑتے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان کے ساتھ احسان اور انصاف کا سلوک کرو۔''

مولانا مفتی محمد شفیع نے آیت ہذا کی تفسیر بیان فرمائی ہے کہ: ''تیسرا درجہ مدارت کا ہے جس کے معنی ہیں: ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے جب کہ اس سے مقصود ان کو دینی نفع پہنچانا ہو یا وہ اپنے مہمان ہوں۔''[14]

تجزیہ

مکالمہ بین المذاہب کے لحاظ سے کافروں سے مدد لینے کا مسئلہ بھی علی الاطلاق حرام و ناجائز ہے۔ لیکن حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن امیہ سے مدد لی، جب کہ وہ مشرک تھے۔ بنی قینقاع کے یہودیوں سے مدد لی اور مالِ غنیمت میں ان کا حصہ بھی رکھا۔ بنی خزاعہ کے ایک شخص کو قریش کے خلاف جاسوسی کے لئے متعین کیا۔ سفرِ ہجرت کے دوران عبداللہ بن اریقط سے مدد لی، پھر مدینہ پہنچنے کے بعد وہاں کے غیر مسلموں کے ساتھ ایک معاہدہ فرمایا جس میں بقائے باہمی کے اصول طے کیے۔ حلف الفضول کی تعریف کی اور اس طرح کے کسی معاہدہ میں دوبارہ شرکت کے عزم کا اظہار فرمایا۔ طائف سے جبیر بن مطعم کی پناہ اور جوار کو اختیار فرمایا۔ اس

سے ضرورت کے موقع پر کافروں کے ساتھ معاہدے کرنے اور پارلیمانی کونسلوں میں کفار کی نمائندگی کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔ دراصل شرعی اعتبار سے مکالمہ کی تین صورتیں بنتی ہیں:

1- مکالمہ دعوت إلی الاسلام

2- مکالمہ تعامل باہمی

3- مکالمہ وحدت ادیان

پہلی قسم تو مسلمانوں کا فریضہ ہے، دوسری قسم دنیا میں تعامل باہمی کی ضرورت ہے اور اپنی شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ تیسری قسم جائز نہیں۔

مکالمہ بین المذاہب اور مذہبی راہنماؤں کا احترام

مذہبی شخصیات کا احترام کرنے کا درس دیا ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو اس امر کا پابند کیا ہے کہ وہ دوسروں کی مذہبی شخصیات کا احترام کریں۔ قرآنِ مجید میں اس بارے میں ارشاد ہے: وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (108:6) ترجمہ: ''اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں (اللہ کے سوا)، پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے۔'' اس کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب تفسیر عثمانی میں فرماتے ہیں کہ: ''کسی مذہب کے اصول و فروع کی معقول طریقے سے غلطیاں ظاہر کرنا ان کی کمزوریوں پر تحقیقی و الزامی طریقے سے متنبہ کرنا جداگانہ چیز ہے، لیکن قوم کے پیشواؤں اور معبودوں کی نسبت بغرض تحقیر و توہین اور دلخراش الفاظ نکالنا قرآن نے کسی وقت بھی جائز نہیں رکھا۔''[15] یعنی اسلام کا اصل منشا یہی ہے کہ مزاحمت کی بجائے مفاہمانہ مکالمے کا ماحول پیدا کیا جائے۔

تفسیر ضیاء القرآن میں پیر کرم شاہ نے اس کی بڑی پر حکمت توضیح کی ہے کہ: ''دو آیت سے مبلغینِ اسلام کی تربیت مقصود ہے، تاکہ وہ اسلام کی دعوت کو پوری شائستگی اور متانت سے پہنچانے کے لیے تیار ہو جائیں، انہیں حکم دیا کہ مشرکین کے باطل خداؤں کو برا نہ کہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مشتعل ہو کر تمھارے معبود برحق کی جناب میں گستاخی کرنے لگیں۔''[16] یعنی ایسا ماحول اور حالات پیدا نہ کیے جائیں کہ جس میں گالم گلوچ اور عدمِ برداشت کے رویے نمایاں ہوں، بلکہ احترام باہمی کو بنیاد بنا کر مفاہمانہ گفتگو کی جائے، اسی طرح قرآن ادیان کے علماء کے احترام کی ہدایت کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: درج ذیل آیت کی تفسیر میں تفسیر تبیان القرآن میں ابن زید کی روایت کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بے شک بنی اسرئیل میں ایک گروہ نیک لوگوں کا تھا، وہ نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے، ان کی قوم نے ان کو پکڑ کر آڑوں سے چیر دیا اور

ان کو سولی پر لٹکا دیا۔ الخ ملخص منہ [17] ذَلِكَ بِأَنَّ مِنۡهُمۡ قِسِّيسِينَ وَرُهۡبَانًا وَأَنَّهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُونَ (82:5) ترجمہ: ”یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی اور مشائخ بھی ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔“

عبادت خانوں کا تحفظ

تمام مذاہب عالم کی عبادت گاہوں کے متعلق یہ ہے کہ ان کا احترام کیا جائے کہ اسلام غیر مذاہب کی عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے اور ان کے مذہبی شعار کی بے ادبی سے روکتا ہے، تاکہ دیگر مذاہب کے ساتھ مفاہمت کا دروازہ کھلا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی عبادت گاہوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان میں اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذۡكَرُ فِيهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيرًا (40:22) ترجمہ: ”اور اگر لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع نہ کرتا تو بلا شعبہ چھوٹے گرجے یعنی عبادت خانے اور بڑے گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسجدیں ڈھادیں جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔“ مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں تحریر کرتے ہیں کہ مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کفار سے قتال و جہاد کے احکام نہ آتے تو کسی زمانے میں، کسی مذہب و ملت کے لیے امن کی جگہ نہ ہوتی۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں صلوات اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں صوامع اور بیع اور خاتم الانبیاء کے زمانے میں مسجدیں ڈھا دی جاتیں۔ (قرطبّی) [18] یعنی ہر مذہب کی عبادت گاہوں کا تحفظ اللہ کی خاص حکمت کا مظہر ہے، اس لیے یہ عبادت گاہیں جب تک فساد فی الارض کا باعث نہیں بنتیں، تب تک ان کا تحفظ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، اس سے دیگر مذاہب کو مفاہمت کا پیغام ملتا ہے اور مکالمہ بین المذاہب کے لیے راستہ ہموار ہوتا ہے۔

مذہبی مصلحین میں تقابل سے اجتناب

مکالمہ بین المذاہب میں جو مذاہب کے درمیان قربت کی بجائے دوری کا سبب بنتا ہے، وہ مذاہب کے پیروکاروں کا اپنے انبیاء و مصلحین کی دوسروں سے برتری ثابت کرنے کی کوشش ہے۔ قرآن اس تصور کو ختم کرتا ہے۔ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو مختلف انبیاء کی انفرادی خصوصیات کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ: تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ (252:2) ترجمہ: ”یہ رسول ہیں کہ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔“ میاں جمیل نے تفسیر فہم القرآن میں تفسیر القرآن بالحدیث بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا تفضّلوا بين أنبياء الله“ رواه البخاری: احاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ: ”وإن يونس لمن المرسلين“ یعنی: ”انبیاء کو آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔“ [19]

مفسر قرآن مولانا عبدالستار محدث دہلوی تفسیر حدیث التفسیر میں لکھتے ہیں کہ : ''اللہ تعالیٰ نے آیت ہذا میں خبر دی ہے کہ ہم نے بعض انبیاء و رسل کو بعض پر فوقیت دی ہے، جیسا کہ دوسری جگہ ''وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ ''میں بھی ہے اور صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایت میں ہے کہ مجھ کو اور پیغمبروں پر فضیلت نہ دو اور نہ باقی پیغمبروں کو ایک دوسرے پر (نام زد کرکے) فضیلت دو۔ قرآن و حدیث میں کوئی مخالفت نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ امتیوں کو حکم ہے کہ مقابلتاً کسی نبی کو نامزد کرکے کسی نبی پر فضیلت و بزرگی نہ دو۔ پیغمبروں کی شان اور مرتبت میں بڑا ہے۔ اللہ نے سب نبیوں کو علیحدہ علیحدہ مرتبے دیے ہیں۔ ہاں مجمل طور پر ہمارے نبی ﷺ کو تمام انبیاء و رسل پر فضیلت ہے۔ آپ سید الرسل ہیں۔''[20] چنانچہ تفسیر بالماثور میں اسی موقف کو اصولی طور پر تفصیل سے بیان کیا ہے کہ وہ منصب کے لحاظ سے برابر ہیں اور سب واجب الاحترام ہیں، کسی ایک کا انکار سب کے انکار کے مترادف ہے۔

مذہبی کتب کا احترام

مکالمہ بین المذاہب میں کتبِ مقدسہ کا احترام بہت ضروری ہے، جس طرح مسلمانوں کو اپنی الہامی کتاب عزیز ہے اور اس کا احترام کیا جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ہر ایک مذہب کی مقدس اور الہامی کتاب ہے، خواہ اس میں تحریفات ہی کیوں نہ ہوں، انھیں بھی قرآن کی طرح کتاب عزیز اور قابلِ احترام سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ اخلاقی تعلیمات کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ یہی قرآن ہے کہ اس کی تعلیمات دوسری کتب میں بھی ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے: وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (196:26) ترجمہ: ''یہ قرآن پہلوؤں کی لکھی ہوئی کتب میں موجود ہے۔'' مولانا سید احمد حسن محدث دہلوی نے اپنی تفسیر احسن التفاسیر میں اس کے متعلق لکھا ہے کہ : ''جو اوصاف دینِ محمدی کے قرآن میں ہیں، وہی اوصاف پہلی کتابوں میں تفصیل سے تھے، اس لیے اہلِ کتاب نبی آخر الزمان کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنی اولادوں کو پہچانتے تھے۔''[21] لہٰذا تمام کتبِ مقدسہ کا احترام کرنا چاہیے۔

ایفائے عہد کی پاسداری

قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ'' ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، عہد پورے کرو۔ یعنی عقود و عہود کا پاس و لحاظ رکھو۔ مختلف طبقات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے ان کے درمیان باہمی معاہدات ہوئے، جن کی پاسداری لازمی ہوتی ہے، سیف اللہ خالد نے تفسیر دعوۃ القران میں تفسیر القرآن بالقرآن کرتے ہوئے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت '' وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا'' (34:17) ترجمہ: ''اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہوگا۔''[22] سے تفسیر فرمائی ہے۔ لہٰذا مکالمہ بین المذاہب میں

اس کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی صلح حدیبیہ میں عملی کردار ادا کیا کہ آپ معاہدہ کے مطابق مقامِ حدیبیہ سے واپس چلے گئے اور ابو جندل کو بھی واپس کر دیا۔

عدل وانصاف کی بالا دستی

مکالمہ بین المذاہب میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے حق و انصاف کی بالا دستی کا اصول اپنانا چاہیے، یہ اصول قرآنی الفاظ میں اس طرح بیان ہوا ہے اور تفسیر بالماثور میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جیسا کہ قرآنِ عزیز میں فرمایا ہے کہ: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (8:5) ترجمہ: ''تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل کرنا چھوڑ دو، تم عدل سے کام لو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔'' میاں محمد جمیل نے فہم القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر بالقران کرتے ہوئے درج ذیل آیات سے تفسیر فرمائی ہے:

۱۔ اے ایمان والو! تمھیں ہر حال میں اپنے رب کی رضا کے لئے عدل وانصاف پر قائم رہنا چاہیے۔ (4: 135)

۲۔ اور جب فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کا فیصلہ کرو۔ (4: 58)

۳۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان عدل وانصاف کا فیصلہ کروں۔ (42: 15)

۴۔ اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو انصاف کا فیصلہ کریں، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (5: 42)

۵۔ کہہ دیجیے: مجھے میرے رب نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ (7: 29)[23]

اندازِ گفتگو کا اصول

مکالمہ بین المذاہب میں اندازِ گفتگو احسن اختیار کرنا چاہیے جیسا کہ قرآنِ کریم مکالمہ بین المذاہب مباحثوں کے لیے جو اصول پیش کرتا ہے، وہ شائستگی پر مبنی ہے، وہ دلیل کے زور پر بات کرنے کی دعوت دیتا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے: وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (46:29) ترجمہ: ''اور تم اہلِ کتاب کے ساتھ مباحثہ نہ کرو مگر عمدہ طریقے کے ساتھ۔'' مزید مندرجہ بالا آیات کی تفسیر بالماثور سے تائید درج ذیل ہے: مفسر قرآن عبدالحق حقانی فرماتے ہیں کہ اہلِ کتاب سے مجادلہ نہ کرو مگر عمدہ طور سے تو مضائقہ نہیں جس میں نرم کلامی اور اظہارِ حق مد نظر ہو۔[24]

انسانی مساوات کا اصول

اسلام مساواتِ انسانی کا درس دیتا ہے اور تمام انسانیت کو ایک ماں باپ کی اولاد قرار دیتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (13:49) ترجمہ: ''اے لوگو! ہم نے تم سب کو

ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، کنبے اور قبیلے بنا دیے۔"
مذکورہ آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں کہ یہاں دراصل اس اہم نکتے کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ انسانوں کے درمیان رنگ و نسل کا فرق اور اقوام و قبائل میں ان کی تقسیم، اعلیٰ و ادنیٰ کی تمیز و تفریق کے لیے نہیں، بلکہ ان کی باہمی جان پہچان اور تعارف کے لئے ہے، اس کی تائید کے لئے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو لاتے ہیں جو آپ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اس مضمون کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی: یاأیها الناس! اَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِد... الخ[25] ترجمہ: "اے لوگو! خبردار! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمھارا باپ ایک ہے۔" چنانچہ بین المذاہب مکالمے کے لیے ہمیں ہر قسم کے رنگ، نسل و زبان، عقیدہ یا ثقافت کے بارے میں احترام کا رویہ اپنانا ہوگا اور ہر نوع کی تحقیر کے رویوں کو عملاً ختم کرنا ہوگا۔

احترازِ مداہنت کا اصول

اسلام کی حقانیت کے دلائل پیش کرنا مکالمہ بین المذاہب کا بنیادی اصول ہے کہ اگر مسئلہ حق و باطل کا ہو تو اس صورت میں مداہنت اختیار کرنے اور لچک دار رویہ اپنانے کی گنجائش نہیں۔ یا اس میں کوئی ترمیم و اضافہ روا نہیں ہے۔ مکالمہ بین المذاہب کا اصولِ مذکورہ، تفسیر بالماثور کی روشنی میں حسبِ ذیل ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (5:67) ترجمہ: "اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف نازل ہوا ہے، اسے پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔" نبی ﷺ نے اس ذمہ داری کو کس شان سے نبھایا کہ تفسیر بیان القرآن میں مولانا اشرف علی تھانوی آپ کی دعوت کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے جس استقامت سے پہنچاتے ہیں اس کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں: "گو بعض غزوات میں آپ زخمی بھی ہوئے اور یہود کے نامردوں کی طرف سے آپ ﷺ کو زہر بھی دیا گیا اور ترمذی شریف میں ہے کہ پہلے حضور ﷺ کے پاس پہرہ دیا جاتا تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلے جاؤ، اللہ نے میری حفاظت کی ذمہ داری لے لی، یہ بھی دلیلِ نبوت ہے، کیونکہ اعتماد بدونِ وحی کے نہیں ہو سکتا۔"[26]

اس مصلحت پسندی کو سورۃ الکافرون کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے تفسیر عثمانی میں مذمت فرمائی ہے اور ذکر فرماتے ہیں کہ چند رؤسائے قریش نے کہا کہ اے محمد ﷺ! آؤ ہم تم صلح کر لیں، ایک سال تک آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کریں، پھر دوسرے سال ہم آپ کے معبود کو پوجیں۔ اس طرح دونوں فریق کو ہر ایک کے دین سے کچھ نہ کچھ حصہ مل جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ ایک

لمحہ کے لئے بھی کسی کو شریک ٹھہراؤں، کہنے لگے: اچھا تم ہمارے بعض معبودوں کو مان لو (ان کی مذمت نہ کرو) ہم تمہاری تصدیق کریں گے اور تمہارے معبود کو پوجیں گے، اس پر یہ سورۃ الکافرون نازل ہوئی۔ آپ نے ان کو مجمع میں پڑھ کر سنائی۔ جس کا خلاصہ مشرکین کے طور و طریق سے بکلی بیزاری کا اظہار اور انقطاعِ تعلقات کا اعلان کرتا ہے۔ ملخص منہ [27]

باہمی معاونت کے لئے مکالمہ بین المذاہب کا سنہرا اصول

قرآن اس اصول کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (5:205) ترجمہ: ''تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور خدا خوفی کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں باہمی تعاون نہ کرو۔'' مولانا عبدالحق حقانی نے اپنی تفسیر حقانی میں اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ (یعنی تم کو جو انھوں نے مشرکین مکہ) مسجد حرام سے روک دیا ہے، اس بغض میں آکر تعدی نہ کرو، کیونکہ بری بات کے بدلے میں برائی نہیں کرنا چاہیے، بلکہ جو کوئی نیکی کرے، اس میں مشارکت کرنی چاہیے، اس لیے اس کے بعد یہ حکم صادر فرمایا: ''وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' اس میں نیکی میں شرکت اور اعانت کرنے اور بدی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔[28] اس پر انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک، ہر فرد، گروہ، قوم، ملک اور مذہب و مسلک عمل پیرا ہو سکتا ہے اور اسے ہر کوئی تسلیم بھی کرتا ہے۔ چنانچہ اس پر عمل کر کے بین المذاہب میں یگانگت پیدا کی جا سکتی ہے۔

مکالمہ بین المذاہب کا مقصد قبولِ حق

مکالمے کا اصل مقصد احقاقِ حق ہونا چاہیے، قبولِ حق کی فضا اس میں احسن انداز اختیار کرنا چاہیے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (29:46) ترجمہ: ''اور اہلِ کتاب سے مجادلہ نہ کرو مگر ایسے کہ نہایت اچھا ہو۔ ہاں جو ان میں سے بے انصافی کریں (ان کے ساتھ اس طرح مجادلہ کرو) اور کہہ دو کہ جو (کتاب) ہم پر اتری ہے اور جو (کتابیں) تم پر اتریں، ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔'' سید ابو الاعلیٰ مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''مبلغ کو فکر اس بات کی ہونی چاہیے کہ وہ مخاطب کے دل کا دروازہ کھول کر حق بات اس میں اتار دے اور اسے راہِ راست پر لائے، اس کو ایک پہلوان کی طرح نہیں لڑنا چاہیے، جس کا مقصد مد مقابل کو نیچا دکھانا ہوتا ہے، بلکہ اس کو ایک حکیم کی طرح چارہ گری کرنی چاہیے، جو مریض کا علاج کرتے ہوئے ہر وقت یہ بات ملحوظ رکھتا ہے کہ اس کی اپنی کسی غلطی سے مرض اور

زیادہ نہ بڑھ جائے۔"[29]

متفق علیہ کلمے کی دعوت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (3:64) ترجمہ: "کہہ دے اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ بیشک ہم فرماں بردار ہیں۔" مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا عبدالستار دہلوی نے اپنی تفسیر حدیث التفاسیر میں عقیدہ توحید کی دعوت کا ذکر بحوالہ حدیث بیان فرمایا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے ہرقل بادشاہ کو دعوت اسلام (توحید) دی تب آپ نے یہی آیت "قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ" لکھی تھی۔[30] مولانا عبدالستار دہلوی، حافظ صلاح الدین یوسف اور میاں جمیل نے مندرجہ بالا تحریر کی تائید کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اہل کتاب کو دعوت توحید ایک متفق علیہ مسئلہ کی دعوت ہے جو کہ مکالمہ بین المذاہب کا بنیادی اصول ہے، لہٰذا تفسیر بالماثور میں بھی اس پہلو پر موثر انداز میں بیان ہوا ہے۔

اصولِ رواداری

اسلام خود مذہبی رواداری پر یقین رکھتا ہے۔ رواداری کا مفہوم صرف یہی نہیں ہے کہ دوسروں کو برداشت کیا جائے بلکہ اس کے مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ دوسروں کے مذہبی عقائد واقدار، جذبات، وتہذیبی ورثے وغیرہ کا بھی لحاظ رکھا جائے، ان کے متعلق عدم برداشت یا تحقیر کا ایسا رویہ اختیار نہ کیا جائے جو ان کے لئے قابل قبول نہ ہو اور ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا سبب بنے۔ اس طرح مذہبی رواداری دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ مذہب کے حوالے سے معیاری انسانی برتاؤ کا نام بن جاتا ہے۔ مذہبی رواداری کے حوالے سے تفسیر ماثور میں صریح ہدایات موجود ہیں، اسلام عقیدہ توحید میں بے لچک موقف رکھتا ہے اور اس میں کسی سمجھوتے کا قائل نہیں، لیکن قرآن میں واضح اصول کے طور پر دوسروں کے باطل معبودوں کو بھی برا بھلا کہنے سے سختی سے روک دیا گیا ہے، اس لیے کہ اس سے جذبات مجروح ہوں گے، فریق مخالف کے مزاج میں اشتعال پیدا ہوگا اور وہ عین فطرت کے تقاضے کے مطابق جواباً معبودِ حقیقی کو بھی برا بھلا کہنے لگے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَسُبُّوا۟ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّوا۟ ٱللَّهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ (6:108) ترجمہ: "اور انہیں گالی نہ دو جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ زیادتی کرتے ہوئے کچھ جانے بغیر اللہ کو گالی دیں

گے۔" تفسیر احسن البیان میں حافظ صلاح الدین یوسف فرماتے ہیں: "یہ سد ذریعہ کے اصول پر مبنی ہے کہ اگر ایک درست کام، اس سے بھی زیادہ بڑی خرابی کا سبب بنتا ہو تو وہاں اس درست کام کا ترک راجح اور بہتر ہے۔"[31] حافظ صاحب نے اپنی تفسیر میں مزید اس اصول کی تائید کے لیے صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۹۰ بیان فرمائی ہے کہ: "اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم کسی کے ماں باپ کو گالی مت دو کہ اس طرح تم خود اپنے والدین کے لئے گالی کا سبب بن جاؤ گے۔"[32] حافظ صاحب نے مزید وضاحت کرتے ہوئے امام شوکانی کا حوالہ دیا ہے کہ امام شوکانی لکھتے ہیں یہ آیت سد ذرائع کے لیے اصل اصیل ہے۔

رواداری کے متعلق قرآن کا سب سے بنیادی اصول یہ ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی کے فکر وعقیدہ کو دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کرے، ہر فرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جس نظریے کو چاہے اختیار کرے اور جسے چاہے رد کر دے، اس کا محاسبہ کرنے والی ذات خدا کی ذات ہے، وہ قیامت کے دن اس کا محاسبہ کرے گی، دنیا میں اس بنیاد پر ایسے شخص کے ساتھ برا اور غیر اخلاقی طرز عمل اختیار نہیں کیا جا سکتا، اسے بنیادی انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

عدمِ تشدد کا اصول

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (2:256) ترجمہ: "دین میں کوئی زبردستی نہیں، بلاشبہ ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی۔" آیت ہذا میں مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر معارف القرآن میں اقوال صحابہ تفسیر بالماثور میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "اسلام کے اس طرز عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ جہاد اور قتال سے لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ اس سے وہ دنیا میں ظلم وستم کو مٹا کر عدل وانصاف اور امن وامان قائم رکھنا چاہتا ہے۔" مفتی صاحب نے اپنی تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ: "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے جواب میں اس نے کہا: اَنَا عَجُوزٌ كَبِيرَة والموت الى قريبٌ، یعنی میں ایک قریب المرگ بڑھیا ہوں آخری وقت میں اپنا مذہب کیوں چھوڑوں؟ حضرت عمر نے یہ سن کر اس کو ایمان پر مجبور نہیں کیا بلکہ یہی آیت تلاوت فرمائی: "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" یعنی دین میں زبردستی نہیں ہے۔"[33]

جدالِ احسن

اسلام میں فریق مخالف کو دعوت دینے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ بھی خوبصورت اسلوب میں کی جائے، ذاتی بحث یعنی جدال احسن ہے نہ کہ طنز و تشنیع اور نزاع پیدا کرنے والا طرز عمل رواداری کے متعلق قرآن کا سب سے

بنیادی اصول دعوتی اسلوب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (125:16) ترجمہ: ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔ بیشک تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا اور وہی ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''

تفسیر دعوۃ القرآن میں قرآن کی تفسیر قرآن سے کی ہے جیسا کہ انہوں نے مذکورہ آیت تفسیر میں درج ذیل آیت کو درج کیا ہے، (آیت کی تفسیر میں) آپ فرماتے ہیں کہ: ''اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت نرمی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تھا: اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰیO فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی (44،43:20) ترجمہ: ''دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرلے، یا ڈر جائے۔'' ایک اور جگہ فرمایا: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ (96:23) ترجمہ: ''اس طریقے سے برائی کو ہٹا جو سب سے اچھا ہو، ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔''

نیز فرمایا: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (33:41) ترجمہ: ''اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بیشک میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' مولانا سیف اللہ خالد تفسیر دعوۃ القرآن میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ابو وائل کی روایت لائے ہیں کہ: ''ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا، اے ابو عبدالرحمٰن! میری آرزو یہ ہے کہ آپ ہر روز ہمیں وعظ و نصیحت کیا کریں۔ انھوں نے کہا، کوئی چیز مجھے اس کام سے نہیں روکتی مگر یہ کہ میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ تم اکتا جاؤ۔ میں اسی طرح وقفے سے تم کو نصیحت کرتا ہوں، جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں وقفے کے ساتھ نصیحت کرتے تھے، اس ڈر سے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أیاما معلومة: ۷۰:۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب الاقتصاد فی الموعظة، ۸۳: ۲۸۲۱] [34]

اس روایت کو لانے کے بعد درج ذیل احادیث نبویہ ﷺ کو پیش کیا ہے:

۱۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسانی پیدا کرو، سختی میں نہ ڈالو، خوشخبری سناؤ، نفرت نہ دلاؤ۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یتخولهم بالموعظة۔۔الخ: ٦٩]

٢۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! اگر تمہاری قوم کا زمانۂ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ گزرا ہوتا تو میں کعبہ کو گرانے کا حکم دیتا اور جتنا حصہ اس میں سے نکال دیا گیا ہے (یعنی حطیم) وہ بھی شریک تعمیر کر دیتا۔ مزید برآں اس کی کرسی زمین کے برابر کر دیتا اور اس میں ایک مشرقی اور ایک مغربی دو دروازے رکھتا، اس طرح ابراہیم (علیہ السلام) کی بنیاد پر اس کی تعمیر ہو جاتی۔“ [بخاری، کتاب الحج، باب فضل مکۃ وبنیانها و قولہ تعالیٰ۔۔الخ: ١٥٨٦]

٣۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”رضی اللہ تعالیٰ میں نے تیری قوم (قریش) کی طرف سے کتنی ہی تکلیفیں سہی ہیں، لیکن اس سارے دور میں سب سے سخت دن مجھ پر عقبہ کا دن گزرا ہے، جس دن میں نے (رئیس طائف) عبد یالیل بن عبد کلال کو تبلیغ کی تو اس نے میرا کہنا نہ مانا، تو میں رنجیدہ خاطر ہو کر وہاں سے لوٹا اور جب قرن اس میں سے صرف ثعالب میں پہنچا تو ذرا ہوش آیا۔ میں نے اوپر سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے اور اس میں جبریل علیہ اسلام موجود ہیں۔ وہ مجھے پکار کر کہنے لگے، اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں سن لیں جو آپ کی قوم نے آپ سے کیں اور جو جواب آپ کو دیا، اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ ان (لوگوں کے سلسلہ) میں آپ جو چاہیں ان کو حکم دیں۔ اسی اثنا میں پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کیا۔ اس نے کہا، اے محمد صل اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں سن لیں جو آپ کی قوم نے آپ سے کیں، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، آپ کے رب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ اپنے کام کا جو آپ چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اخشبین (دو پہاڑوں) کو ملا کر ان کو پیس دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: "نہیں، مجھے امید ہے (اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ بھی آئے تو کوئی بات نہیں) ان کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔“[35]

المختصر تفسیر دعوۃ القرآن کے مصنف نے دعوتی اسلوب میں تفسیر بالماثور کا انداز اپناتے ہوئے تفسیر کی ہے۔ پھر آپ نے درج ذیل آیت سے تفسیر بیان کی ہے: اِنَّ رَبَّكَ هُوَاَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَاَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (7:68) ترجمہ: ”یعنی وہ جانتا ہے کہ بد بخت کون ہے اور نیک بخت کون؟ لہٰذا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت تو دیں، لیکن ان میں سے جو گمراہ ہو جائے اور دعوت الی اللہ کو قبول نہ کرے تو اس پر غم کھاتے ہوئے اپنے آپ کو ہلکان نہ کریں، کیونکہ انھیں ہدایت دینا آپ کے اختیار میں نہیں۔“ مولانا صاحب نے پھر قرآن کی آیت سے تفسیر

بیان فرمائی ہے جو درج ذیل آیت سے ہے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (56:28) ترجمہ: ''بیشک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔'' اور پھر مزید قرآن کی تفسیر قرآن سے فرماتے ہوئے آیت کو پیش کیا ہے اور فرمایا: لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (2:272) ترجمہ: ''تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''[36]

مذکورہ بحث سے حاصل ہوا ہے کہ مولانا سیف اللہ خالد نے تفسیر دعوۃ القرآن میں مکالمہ بین المذاہب کے حوالہ سے تفسیر بالماثور سے تفسیر فرمائی ہے۔ اور اس موقف کی تائید میں حافظ صلاح الدین یوسف نے اپنی تفسیر احسن البیان میں بھی اس کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ قرآنِ کریم کے اس حکم کے مطابق آپ نے ہرقل شاہ روم کو مکتوب تحریر فرمایا اور اس میں اس آیت کے حوالے سے قبولِ اسلام کی دعوت دی اور اسے کہا کہ تو مسلمان ہو جائے گا تو تجھے دوہرا اجر ملے گا، ورنہ ساری رعایا کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: ''فاسلم تسلم اَسْلِمْ یُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْكَ اللّٰهُ الارنسیین''[37] اس کی تائید میں تفسیر فہم القرآن میں بھی تائید کی گئی ہے، آپ تحریر کرتے ہیں کہ اللہ کی ذات کے سوا کسی کو معبود کا مقام نہ دیا جائے۔ یہی دعوت آپ نے سلطنت رومیہ کے فرمان اور ہرقل کو مراسلہ کے ذریعے دی تھی۔ (بخاری: کتاب بدء الوحی)[38]

مختصر یہ کہ تفسیر بالماثور مکالمہ بین المذاہب میں ہم آہنگی کے لیے جو اصول دیے ہیں وہ آفاقی اصول ہیں۔ وہ اسلام کو کسی گروہ یا قوم کے مذہب کے طور پر پیش نہیں کرتے، بلکہ اسے پوری کائنات کا مذہب ٹھہراتے ہیں۔ مختلف اقوام و مذاہب کے اختلافی افکار کو اچھالنے کی بجائے ان کو اتفاقی نکات پر اکٹھا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ دیگر مذاہب کے انبیاء اور ان کی مقدس کتب کو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا قرار دے کر انھیں تسلیم کرتے اور ان کا احترام کرنے کا درس دیتے ہیں۔ مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کو خدا کا گھر تسلیم کرتے ہوئے سب کو قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔ یہ اصول مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان بحث و مباحثہ میں شائستگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور کسی کی دل آزاری کرنے، انھیں برے ناموں سے پکارنے یا ان کی تحقیر و تذلیل کرنے سے روکتے ہیں۔ مخالف مذہبی گروہوں کے سب افراد کو ایک ہی طرح کا سمجھ کر ان سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنے کی بجائے، ان گروہوں کے اچھے افراد اور ان کے اچھے اخلاق و اعمال کی کھلے دل سے تعریف کرنے کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ تمام مذاہب کے اندر بگاڑ پیدا کرنے اور راہِ حق سے بھٹکانے والے اصل عنصر، خواہشاتِ نفس کی نشان دہی کر کے اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں، اور اس کی بجائے اللہ کی کتاب کے صریح احکامات کی طرف دعوت دے کر ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر نیکی میں باہمی تعاون اور گناہ میں عدمِ تعاون کی دعوت دیتے

ہیں۔ یہ وہ اصول ہیں جنھیں ہر مذہب کے لوگ اصولاً تسلیم کرتے ہیں۔ ان پر خلوص سے عمل دار آمد ہو جائے تو یقیناً دنیا میں مذہبی ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے اور یہ دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

خلاصہ مضمون

مذکورہ بحث سے مکالمہ بین المذاہب کے جو اصول سامنے آتے ہیں وہ احترامِ انسانیت، مذہبی شخصیات کا احترام، عبادت گاہوں کا تحفظ، مذہبی راہنمایاں میں تقابل سے اجتناب کرنا، کتبِ مقدسہ کا احترام، معاہدات کی پاسداری، عدل و انصاف، مساواتِ انسانی، دعوتِ حق، باہمی تعاون، مذہبی رواداری، عدمِ تشدد، دعوتی اسلوب وغیرہ ہیں۔ نیز اس مضمون سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

- تفسیر بالماثور کا دائرہ کار قرآن، حدیث، اقوالِ صحابہ و تابعین، اجتہاد، لغت پر مشتمل ہے۔
- برصغیر کا ماثور تفسیری ادب مکالمہ بین المذاہب کے مسائل کو حل کرتا ہے۔
- مکالمہ بین المذاہب سے مذاہبِ باطلہ کو رد کیا جا سکتا ہے اور دلائل کی روشنی میں قائل کیا جا سکتا ہے۔
- مذکورہ بحث سے تفسیر بالماثور کی مکالمہ بین المذاہب میں اہمیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔
- ماثور تفسیری ادب کے ذریعے مکالمہ بین المذاہب کے اصول و ضوابط متعین کیے جا سکتے ہیں۔
- تفسیر بالماثور کے خزائن بیسویں صدی میں برصغیر میں بھی قابلِ اعتماد ہیں۔
- مکالمہ بین المذاہب دعوت کا ایک ایسا طریقہ ہے کہ جس کے ذریعے مخاطب کو (Deply) اور سنجیدگی کے ساتھ سوچنے پر مجبور کر سکتا ہے۔
- مکالمہ بین المذاہب کے ذریعے غلط فہمیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔
- دینِ اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے مکالمہ بین المذاہب کے ذریعہ اسلام کی دعوت کو عالمگیر بنایا جا سکتا ہے۔
- اسلام کے متعلق مغرب کے تحفظات مکالمہ بین المذاہب کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے اور دیگر مذاہب کے خدشات کو بھی نمٹایا جا سکتا ہے۔

تجاویز و سفارشات

مکالمہ بین المذاہب کے موضوع پر ہونے والے اجتماعات میں متعین نکتہ ہونا چاہیے:

- مکالمہ برائے تفہیم ہونا چاہیے۔
- محتاط زبان کا استعمال ہونا چاہیے۔
- عصر حاضر میں عالمی حالات کو مد نظر رکھ کر اجتہادی انداز میں مسلم اور غیر مسلم کے تعلقات اور اس حوالے سے ان کو درپیش مسائل کا حل ڈھونڈنا چاہیے۔

- مکالمہ بین المذاہب کو ماثور تفسیری ادب کے ذریعے درپیش مسائل کا حل نکالنا چاہیے۔
- دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے مکالمہ بین المذاہب کے اجتماعات حکومتی سرپرستی میں ہونے چاہیے۔
- اسلامی ممالک اور دیگر ممالک، ہر ایک میں سرکاری اور نجی طور پر مکالمہ بین المذاہب کے نام سے ادارے عمل میں لانے چاہیے۔
- تشدد پسند رویوں کو مکالمہ بین المذاہب کے ذریعے ختم کرنا چاہیے۔
- قرآن و حدیث، اقوالِ صحابہ و تابعین کے طریقہ کے مطابق مکالمہ بین المذاہب کے عنوان پر کتابیں لکھی جائیں، تاکہ ایک دوسرے کو سمجھنے اور قریب لانے کا موقع مل سکے۔

*****

حوالہ جات

1۔ تقی الدین، ابوالعباس، ابن تیمیہ، *مقدمہ فی اصول التفسیر* (بیروت، دارالکتب العلمیہ، 2012ء)، 24۔

2۔ ایضاً، 20۔

3۔ ایضاً، 24۔

4۔ مولانا ابوالفضل عبدالحفیظ، بلیاوی، *المنجد عربی اردو* (بیروت، دارالمشرق، 1976ء)، 765۔

5۔ انجیل متی، 15: 24۔

6۔ انجیل متی۔ 10: 6۔

7 شاہ ولی اللہ، دہلوی، *الفوز الکبیر*، (لاہور، مکتبہ قرآنیات، 2014ء)، 14۔

8۔ زکی المیلاد، ازمۃ الحوار الاسلامی، *مقالہ در ثقافۃ التقریب* / 3، العدد الأول (ش ن، جولائی 2007ء)، 1۔

9۔ محمد بن عیسی، الترمذی، *جامع ترمذی*، الایمان، باب ماجاء فی ان المسلم کن یکم المسلمون (الریاض، دارالاسلام للنشر والتوزیع، 1999) ح: 2627۔

10۔ مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر، مہاجر مدنی، *تفسیر انوار البیان فی کشف اسرار القرآن*، (لاہور، مکتبہ زکریا، 2009ء/ 1480ھ)، 106۔

11۔ صوفی عبدالحمید، سواتی، *معالم العرفان*، تفسیر سورۃ توبہ، 9:7، (گوجرانوالہ، انجمن محبان اشاعت قرآن، 2008ء)، 308۔

12۔ محمد شفیع، مفتی، *معارف القرآن*، ج2 (کراچی، ادارۃ المعارف، 1987ء)، 51۔

13۔ محمد شفیع، *معارف القرآن*، ج2، 51۔

14۔ محمد شفیع، *معارف القرآن*، ج2، 50۔

15۔ شبیر احمد، عثمانی، *تفسیر عثمانی*، ج1 (کراچی، دار الاشاعت، 1949ء)، 424۔

16۔ پیر محمد کرم شاہ، الازہری، *ضیاء القرآن*، ج1 (لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1970ء)، 590۔

17۔ غلام رسول، سعیدی، *تبیان القرآن*، ج3 (لاہور، فرید بک سٹال، 2000ء)، 267۔

18۔ محمد شفیع، *معارف القرآن*، ج6، 271۔

19۔ میاں محمد جمیل، *فہم القرآن* (لاہور، ابوہریرہ اکیڈمی، س ن)، 394۔

20۔ مولانا عبدالستار محدث، دہلوی، *حدیث التفاسیر* (کراچی، مکتبہ رشیدیہ، 1911ء)، 61۔

21۔ سید احمد حسن، دہلوی، *تفسیر احسن التفاسیر*، ج5 (دہلی، مطبع فاروقی، 1912ء، 42-43۔

22۔ ابو نعمان سیف اللہ، خالد، *دعوۃ القرآن*، ج2 (لاہور، دارالاندلس، 2010ء)، 7۔

23۔ میاں محمد جمیل، *تفسیر فہم القرآن*، (النساء: 4: 58)، 718۔

24۔ مولانا عبدالحق حقانی، دہلوی، *تفسیر حقانی*، ج6 (لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، 1906ء)، 40۔

25۔ ڈاکٹر اسرار احمد، *تفسیر بیان القرآن*، ج6 (لاہور، مکتبہ خدام القرآن، 2019ء)، 478۔

26۔ مولانا اشرف علی، تھانوی، *تفسیر بیان القرآن*، ج1 (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، 1905ء)، 498۔

27۔ مولانا شبیر احمد، عثمانی، *تفسیر عثمانی* (تفسیر سورۃ الکافرون)، ج3، 918۔

28۔ ہلوی، *تفسیر حقانی*، ج: 4، 6۔

29۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ، مودودی، *تفہیم القرآن*، ج3 (لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1958ء)، 708۔

30۔ دہلوی، *حدیث التفاسیر*، 84۔

31۔ صلاح الدین، حافظ، یوسف، *تفسیر احسن البیان* (لاہور، دارالاسلام، 1995ء)، 184۔

32۔ مسلم بن حجاج، القشیری، *صحیح مسلم*، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر، ج1 (لاہور، علی آصف پرنٹرز، 2004ء)، 189۔

33۔ مفتی محمد شفیع، *معارف القرآن*، ج: 1، 617۔

34۔ ابو نعمان، *تفسیر دعوۃ القرآن*، ج3، 349،350۔

35۔ البخاری، محمد بن إسماعیل ابو عبداللہ (المتوفی: 256ھ) *صحیح بخاری*، کتاب بدء الخلق، باب: إذا قال أحدکم آمین۔۔۔الخ: ۳۲۳۱۔

36۔ ابو نعمان، *تفسیر دعوۃ القرآن*، ج: 3، 351۔

37۔ صلاح الدین، *تفسیر احسن البیان*، 73۔

38۔ میاں محمد جمیل، *تفسیر فہم القرآن*، ج1، 509۔

Bibliography

1. Al-Azhari, Peer Muhammad Karam Shah, Zia al-Quran, Lahore: Zia al-Quran Publications, 1970.
2. Al-Tirmizi, Muhammad b. Esa, Jame' Tirmizi, Riyadh: Dar al-Salam, 1999.
3. Balyawi, Maolana Abu al-Fazl Abdul Hafīz, Al-Munjid Arabi-Urdu, Beirut: Dar al-Mashriq, 1976.
4. Dehalwi, Maolana Abd al-Sattar Muhaddith, Hadith al-Tafāsīr, Karachi: Maktaba Rashidiyyah, 1911.

5. Dehalwi, Sayyed Ahmad Hasan, Tafsīr Ahsan al-Tafāsīr, Dehli: Matba' Farooqi, 1912.
6. Dehlawi, Maolana Abd al-haq Haqqani, Tafsīr Haqqani, Lahore: al-Faisal Nashirān wa Tajirān, 1906.
7. Dehlawi, Shah Waliyullah, Al-Faoz al-Kabīr, Lahore: Maktaba Qurāniyat, 2014.
8. Ibn Taymiyyah, Taqi al-Din, Abu al-Abbas, Muqadamah fi Usūl al-TafsIīr, Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 2012.
9. Khalid, Abu Nao'man Saifullah, Dawah al-Quran, Lahore: Dar al-Undalus, 2010.
10. Mawdodi, Maolana Abu al-Ala, Tafhīm al-Quran, Lahore: Idara Tarjaman al-Quran, 1958.
11. Miyan Muhammad Jamil, Fahm al-Quran, Lahore: Abu Hurirah Academy, nd.
12. Mufti, Muhammad Safi, Maā'rif al-Quran, Karachi: Dar al-Maā'rif 1987.
13. Muhajir Madani, Mufti Muhammad Ashiq Elahi Muhajir, Tafsīr Anwār al-Bayan fi Kashf Asrar al-Quran, Lahore: Maktaba Zakriya 1408/2009.
14. Qushayri, Muslim b. al-Hajjaj, Sahi Muslim, Lahore: Ali Asif Printers, 2004.
15. Sae'idi, Ghulam Rasool, Tibyan al-Quran, Lahore: Fareed Book Stall, 2000.
16. Sawati, Sufi Abd al-Hamīd, Maā'lim al-Irfan, Gujranawala: Anjuman Muhibban Ishaa't-e Quranm 2008.
17. Thanawi, Maolana Ashraf Ali, Tafsīr Bayan al-Quran, Lahore: Maktaba Rahmaniyyah, 1905.
18. Uthmani, Shabīr Ahmad, Tafsīr-e Uthmani, Karachi: Dar al-Ishaa't, 1949.
19. Yusuf, Salah al-Dīn, Hafiz, Tafsīr Ahsan al-Bayan, Lahore: Dar al-Salam, 1995.
20. Zaki al-Milād, Azmah al-Hiwār al-Islami, Thaqafa al-Taqrīb 3, no. 1 (2007).

عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، مسلم امہ اور عالمی منظر نامہ

CONTEMPORARY ISLAMIC MOVEMENTS: THE MUSLIM UMMAH & GLOBAL SITUTION

Talib Ali Awan
Dr. Muhammd Haseeb

ABSTRACT:
Any all-encompassing and everlasting struggle revolving around the call for God and religion is called Islamic movement whose central responsibility is to train and prepare such individuals who, instead of being slaves of their parochial interests, fulfill their duties with respect to God's rights, and play their role to defend the rights of people. This article examines to what extent contemporary Islamic movements have succeeded in this regard. The most important thing for a viable reformation is the consistent process of educating and training which is linked with the Quran, the Sunnah, Islamic rituals, and rights of human beings. Contemporary Islamic movements may be successful in this process only through hard struggle.

KeyWords: *Islamic, Movements, Muslims, World, Scenario.*

خلاصہ
دعوت الی اللہ اور دعوتِ دین کے محور کے گرد ایک ہمہ جہت اور ختم نہ ہونے والی جدوجہد کو اسلامی تحریک کا نام دیا جاتا ہے جس کی بنیادی ذمہ داری ایسے افراد کی تربیت ہے جو ذاتی مفاد کے بندے نہ ہوں بلکہ صرف اور صرف خالق حقیقی کے بندے بن کر اس کے حقوق کو ادا کریں اور خلق خدا کے حقوق کے تحفظ میں ذمہ دارانہ کردار ادا کر سکیں۔ اس مقالہ میں اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں اس مہم میں کس قدر کامیاب ہوئی ہیں۔ دراصل، پائیدار اصلاح کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز وہ مسلسل تعلیمی و تربیتی عمل ہے جس میں قرآن کریم کا براہِ راست مطالعہ، سیرت النبیؐ سے براہِ راست تعلق اور عبادات اور حقوق العباد کا شدت کے ساتھ اہتمام ہو۔ عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں اس تربیتی عمل کے لئے مسلسل خونِ جگر سینچنے ہی سے اپنی منزل سے ہم کنار ہو سکتی ہیں۔

کلیدی کلمات: اسلامی، تحریکیں، مسلم امت، منظر نامہ۔